جب منارۂ نور تعمیر ہوا

مولانا محمد منصور احمد

یہ ۱۲۸۳ھ کے ماہ محرم الحرام (۳۰ مئی ۱۸۶۷ء) کی پندرھویں تاریخ تھی جب دارالعلوم کے قیام کی پہلی اینٹ رکھی گئی اور دیوبند کی سرزمین پر پاکیزہ بیج بویا گیا جس سے اگنے والے تناور درخت کی ٹھنڈی چھاؤں اور خوش ذائقہ میووں سے عرب وعجم کے ایک بڑے حصے نے فائدہ اٹھانا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی راہنمائی کے لیے بسا اوقات رویائے صادقہ (سچے خواب) دکھاتے ہیں۔ چنانچہ قیام دارالعلوم سے پہلے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کعبہ کے اوپر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں کی دس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہیں جو ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اسی طرح دارالعلوم کے پہلے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدینؒ نے دیکھا کہ دینی علوم کی چابیاں ان کے ہاتھ میں دیدی گئی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں دارالعلوم کے قیام پر غور وخوض کیا جارہا تھا اس میں شریک اکثر اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک دینی مدرسہ کے قیام کا الہام فرمادیا تھا۔ چنانچہ کچھ نے تو کہا کہ انہیں اللہ کی طرف سے اس کا الہام کیا گیا ہے، کچھ نے بتایا کہ مجھے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اور بعض نے کہا ہمارے دل پر یہ وارد ہوا ہے کہ اب ایک مدرسے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

دیوبند میں چھتے والی مسجد کے صحن میں ایک انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ بغیر عمارت اور بغیر ساز وسامان کے قائم شدہ اس معمولی سے مکتب کے اثرات کہاں تک پہنچیں گے۔

جب طالب علموں کی تعداد بڑھی تو قاضی مسجد اور کرایہ کے مکانات میں درس دیا جانے لگا۔ شہر کی جامع مسجد میں اس غرض کے لیے کمرے بنوائے گئے۔ چنانچہ چند سال اس مسجد میں درس وتدریس کے حلقے جمتے رہے، آخر میں طے پایا کہ مدرسہ کی اپنی مستقل عمارت ہونی چاہیے۔ جہاں روئیداد مدرسہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) کے مطابق ایک مکان وسیع، بافراغت جس میں قریب سو کے طلبہ با آرام تمام رہ سکیں اور چار پانچ درس گاہ بھی ہوں اور دفع حوائج ضروریہ کی جگہ بھی اس میں ہو' تیار ہو' چنانچہ نئی عمارت کے لیے چندہ کی اپیل کی گئی اور عطیات اور چندہ بھیجنے کے

لیے سید محمد عابد ہی کا نام دیا گیا۔ یہ اپیل کامیاب رہی اور ''آرزو دیرینہ جس کے سال ہا سال سے بامید تھی کہ ایک قطعہ بہایت واسطے تعمیر مکانات کے خرید لیا گیا'' مدرسہ کی روئیداد ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں کہا گیا ہے کہ مدرسہ میں تقسیم اسناد کا رسمی اجلاس منعقد ہوا، جس میں دیوبند سے باہر کے لوگ بھی شریک تھے، اس موقع پر اپنی مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اول پتھر جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ و مولوی رشید احمدؒ، مولانا مولوی محمد مظہرؒ نے ایک ایک اینٹ رکھی گویا قیام مدرسہ سے تقریباً ۹ سال بعد مدرسہ کی اپنی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ لیکن ''ارواح ثلاثہ'' میں کہا گیا ہے کہ جدید عمارت کی پہلی اینٹ مولانا اصغر حسینؒ کے نانا مرحوم نے رکھی۔ مزید کہ حاجی سید عابد صاحب نئی عمارت بنانے کے خلاف تھے وہ ناراض ہو کر چھتہ والی مسجد میں چلے گئے۔ لیکن مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی درخواست پر نہ صرف تقریب میں شریک ہوئے، بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معذرت بھی پیش کی۔

۱۲۹۶ھ۔ ۱۸۷۶ء میں جب دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عمارتوں میں سب سے پہلی عمارت نودرہ کی بنیاد کھدوائی گئی تو اس وقت کے مہتمم مدرسہ مولانا رفیع الدینؒ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجوزہ مقام پر تشریف رکھتے ہیں اور ان سے خطاب فرما رہے ہیں کہ ''یہ احاطہ تو بہت مختصر ہے۔'' یہ فرما کر خود عصائے مبارک سے احاطہ و عمارت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ ''ان نشانات پر تعمیر کی جائے'' مولانا نے صبح اٹھ کر دیکھا تو نشانات موجود تھے۔ چنانچہ ان ہی نشانات پر بنیادیں کھدوا کر تعمیر شروع کرائی گئی۔ (تاریخ دیوبند، ص ۱۶۲)

دارالحدیث کی تعمیر کے لیے سید یوسف علی مرحوم اپنے وطن ٹونک میں چندہ جمع کر رہے تھے کہ انہیں خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا کہ ''تم نے کس قدر چندہ وصول کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کیا باسٹھ روپے۔ (تاریخ دیوبند، ص ۸۶)

آٹھ اصول: دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''اصول کا متن جو حضرت والا کے قلم کا لکھا ہوا خزانہ دارالعلوم میں محفوظ ہے، حسب ذیل عنوان سے شروع ہوتا ہے۔'' ''وہ اصول جن پر یہ مدرسہ نیز اور مدارس چندہ مبنی معلوم ہوتے ہیں۔'' اس عنوان کے نیچے حسب ذیل آٹھ اصول قلم بند فرمائے گئے۔ (۱) اصل اول یہ ہے کہ تامقدور کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ (عوامی مالی اعانت) پر نظر رہے آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں۔ خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔ (۲) ابقاء طعام طلبہ مل کر افزائش طعام طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی تر رہیں۔ (۳) مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور اسلوبی ہو اپنی بات کی پیچ نہ کی جائے۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی کہ

اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بناء میں تزلزل آجائے گا۔ القصہ تہہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کی پس وپیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے۔ سخن پروری نہ ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رائے میں کسی وجہ سے متامل نہ ہوں اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں۔ یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہماری مخالفت ہی کیوں نہ ہو بہ دل وجان قبول کریں گے۔ نیز اسی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں، یا کوئی وارد، صادر جو علم وعقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو۔ نیز اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے اہل مشورہ سے مشورہ کرنے کی نوبت نہ آئے اور بقدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر وہ شخص اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھے کیوں نہ پوچھا؟ ہاں اگر مہتمم نے کسی سے بھی نہ پوچھا ہو تو پھر اہل مشورہ معترض ہوسکتا ہے۔ (۴) یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علمائے روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے توہین نہ ہوں۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں۔ (۵) خواندگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو پوری ہو جایا کرے ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔ (۶) اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسی جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجاء جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائے گی اور کارکنوں میں باہمی نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔ (۷) سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی مضر معلوم ہوتی ہے۔ (۸) تامقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے، جسے اپنے چندہ سے امید ناموری نہ ہو۔ بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔

پہلا ساقی و پہلا مے خوار: دارالعلوم دیوبند کے قیام میں عملی طور پر سب سے پہلے جو کردار سامنے آتے ہیں وہ ہیں اس درسگاہ کے اولین استاذ شاگرد۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں کا اسم گرامی محمود تھا۔ استاذ، ملا محمود دیوبندی کے نام سے جب کہ شاگرد محمود حسن کے نام سے معروف تھے۔ یہی شاگرد آخر کار اس درسگاہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بننے کے ساتھ ہندوستان کی سیاست اور آزادی کی جدوجہد میں قائد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ دنیا آپ کو شیخ الہندؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ محترم استاذ ملا محمود دیوبندیؒ کے مختصر حالات زندگی درج ذیل ہیں:

''آپ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور محدث کبیر مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے ساتھیوں اور شیخ الہند

مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ دارالعلوم کی ابتداء آپ دونوں ''محمودوں'' سے ہی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ بھی ابوداؤد شریف مؤطا امام مالک میں آپ کے شاگرد تھے جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''السبع السیارہ'' میں لکھا ہے۔ جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی، اس وقت آپ میرٹھ میں مدرس تھے، حضرت نانوتویؒ نے آپ کو وہاں سے بلا کر دارالعلوم میں مدرس مقرر فرمایا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دارالعلوم دیوبند میں ہی تدریس فرمائی۔ آپ نے حدیث، شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے پڑھی تھی اور سنن ابن ماجہ کا مشہور حاشیہ ''انجاح الحاجۃ'' لکھنے میں اپنے استاذ محترم کی مدد بھی فرمائی تھی۔ آپ کا انتقال ۱۳۰۴ھ کو دیوبند میں ہی ہوا اور آپ وہاں ہی دفن ہوئے، اعلی اللہ درجاتہ'' (حاشیہ العناقید الغالیہ)

حضرت شیخ الہندؒ کے مختصر حالات زندگی یہ ہیں: آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں ہوئی۔ آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ صاحب علم و فضل شخصیت تھے، عربی اشعار کے مشہور مجموعہ ''دیوان الحماسہ'' کی اردو شرح بھی آپ کے قلم سے نکلی تھی۔ تعلیم کا آغاز چھ برس میں ہوا، ابھی آپ قدوری، تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آ گیا۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ نے صحاح ستہ کی تکمیل کی۔ حدیث میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علاوہ شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ ۱۲۹۳ھ سے لے کر ۱۳۳۳ھ تک چالیس برس مسلسل آپ نے دارالعلوم میں حدیث شریف کا درس دیا۔

تاریخ اسلام میں بہت کم شخصیات کو ایسے باکمال شاگرد ملے ہیں چنانچہ آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادیؒ، حضرت مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوریؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا محمد یاسین سرہندیؒ کے نام شامل ہیں۔ سلسلہ طریقت میں آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے اور آپ کو حضرت حاجی صاحبؒ سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ نے تحریک خلافت، ترک موالات، ریشمی رومال اور تحریک آزادی کی بھرپور قیادت فرمائی جس کے بارے میں اشارات اس کتاب کے مختلف حصوں میں آتے رہیں گے۔ تین سال، دو ماہ آپ کو انگریز نے جزیرۂ مالٹا میں قید رکھا۔ رہائی کے تقریباً چھ ماہ بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں انتقال ہوا۔ (تفصیل کے لیے حیات شیخ الہندؒ، مؤلفہ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ مطالعہ فرمائیں۔)

یقین کے زاویئے: یہ ۱۳۲۵ھ کی بات ہے جب بعض غلط فہمیوں کی بناء پر عرب علماء نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے علماء دیوبند کی خدمت میں ۲۶ سوالات روانہ کیے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (صاحب بذل المجہود) نے ان سوالات کے واضح جوابات تحریر فرمائے اور تمام موجود اکابرین نے اس پر تصدیقی دستخط ثبت کیے اس طرح یہ علماء دیوبند کی ایک متفقہ دستاویز تیار ہوگئی۔ ان جوابات کی تمہید علماء دیوبند کے مسلک کا بیان بہت وضاحت سے آگیا ہے چنانچہ حضرت سہارنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں: ''اس سے پہلے کہ ہم جواب شروع کریں جاننا چاہیے کہ ہم اور مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعات (فروعی مسائل) میں مقلد ہیں، مقتدائے خلق حضرت امام ہمام امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے، اور اصول و اعتقادیات میں پیروکار ہیں، امام ابوالحسنؒ اشعری اور امام ابومنصور ماتریدیؒ کے، اور طریقہ ہائے صوفیاء میں ہم کو انتساب حاصل ہے۔ سلسلہ عالیہ حضرات نقشبندیہ اور طریقہ زکیہ مشائخ چشتیہ اور سلسلہ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقہ مرضیہ مشائخ سہروردیہ کے ساتھ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم دین کے بارے میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو، قرآن مجید کی یا سنت کی یا اجماع امت یا قول کسی امام کا اور بایں ہمہ ہم دعویٰ نہیں کرتے کہ قلم کی غلطی یا زبان کی لغزش میں سہو و خطا سے مبرا ہیں۔ پس اگر ہمیں ظاہر ہو جائے کہ فلاں قول میں ہم سے خطا ہوئی، عام ہے اصول میں ہو یا فروع میں، تو اپنی غلطی سے رجوع کر لینے میں حیا ہم کو مانع نہیں ہوتی اور ہم رجوع کا اعلان کر دیتے ہیں۔'' (المہند علی المفند)

حقیقت یہ ہے ''دیوبند'' کسی نئے مذہب یا فرقہ کا نام ہرگز نہیں ہے بلکہ جمہور اسلاف امت کا عقیدہ ان کا عقیدہ اور ان کا عمل ان کا عمل ہے۔ حضرت قاری محمد طیبؒ نے اپنی آخری تالیف ''علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج'' میں اس کو تفصیلی طور پر تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اپنی ایک مختصر تحریر میں لکھتے ہیں: ''اکابر دیوبند کا مسلک وہی رہا جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا تھا کہ حدیث کے بعد فقہ و اجتہاد کی اہمیت کے پیش نظر فقیہ امت حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام تسلیم کرلیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ارباب قلوب کے علوم تصوف و علوم تزکیہ قلوب کا صحیح امتزاج کیا جائے اور اگر ایک طرف ابن تیمیہؒ کی جلالت قدر کا اعتراف ہو تو دوسری طرف شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے کمالات کا اعتراف ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید و اتباع کے ساتھ احادیث نبویہ اور علوم صوفیہ دونوں کو جمع کر کے ایک خوب صورت مؤثر دلنشین مسلک ظہور میں آ گیا، اسی کا نام دیوبند مکتب کا مسلک بن گیا''۔ (مقدمات بنوریہ، ص ۳۰۷)

☆☆☆